The Study of Religion and History
Volume 3 issue 2 (2025)
www.srhjournal.com
ISSN(Print): 3006-3329 ISSN(Online): 3006-3337

حسن منظر کے ناول دھنی بخش کے بیٹے میں ترکِ سکونت کے تہذیبی و سماجی مباحث

"Cultural and Social Discourses of Displacement in Hasan Manzar's Novel Dhani Bakhsh ke Baitay"

*سعدیہ یاسمین
پی ایچ ڈی اسکالر،شعبۂ اردو ،بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد

ڈاکٹر غلام فریدہ
اسسٹنٹ پروفیسر،شعبۂ اردو،بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد

Abstract:

This article examines the cultural and social dimensions of displacement in Hasan Manzar's novel Dhani Bakhsh ke Baitay. It explores how leaving one's native land voluntarily or under compulsion eshapes identity, disrupts familial and social structures, and produces deep psychological tensions. Through close textual analysis, the study highlights the novel's depiction of fractured relationships, dislocated selves, and the struggle to maintain cultural continuity amid socio-economic pressures. By engaging with broader debates on migration, memory, and cultural fragmentation, the article argues that Dhani Bakhsh ke Baitay not only reflects the lived realities of displaced individuals but also offers a subtle critique of the socio-political conditions that sustain displacement.

Keywords: *Hasan Manzar, Dhani Bakhsh ke Baitay,Novel,Displacement,Cultural and social Discourse*

ترک سکونت کی اصطلاح ان افراد کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو ،اپنے وطن اور اقدار سے دور دنیا کے مختلف ممالک میں جز وقتی یا مکمل طور پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم مخصوص الفاظ میں دیکھیں تو اس لفظ یعنی ترک سکونت کے لغوی معنی وطن کو چھوڑ دینا ہیں۔ ملک یا وطن سے دوری کا عمل مزید کئی صورتوں اور وجوہات کو سامنے لاتا ہے۔اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری عمومی زندگی میں ہی نہیں بلکہ دنیا کی کئی مستند لغات میں بھی ترک سکونت کے اس عمل کے لیے کئی الفاظ و مرکبات مترادفات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند نمایاں نام جلاوطنی ،ہجرت، نقل مکانی اور دیس نکالا وغیرہ ہیں۔

قیام پاکستان سے لے کر اب تک ان گنت لوگوں نے ترک سکونت اختیار کی ہے۔ ترک سکونت اختیار کرنے کی کئی وجوہات اورصورتیں ہوتی ہیں جو ،انسان کو ترک سکونت پر مجبور کرتی ہیں کہ وہ اپنی آبائی سرزمین کو خیر آباد کہہ کر ایک نئی سرزمین یا خطے کی طرف نقل مکانی کر جائیں۔یہ ترک سکونت کہیں عارضی ہے تو کہیں مستقل بنیادوں پر اختیار کی گئی ہے اور تارکین و مہاجرین وطن نے مختلف ممالک بالخصوص ترقی یافتہ ممالک اور شہروں کی شہریت حاصل کی ہے ۔یہ ترک سکونت پہلے عارضی اور بعد ازاں مستقل بنیادوں کی

صورت اختیار کر لیتی ہے۔ تارکین وطن کی انہی مجبوریوں اور مسائل کا تذکرہ روف کلاسرہ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"کچھ کے گھروں پر رشتہ دار قبضہ کر لیتے ہیں تو کسی گھر کا کرایہ دار مالک بن جاتا ہے یہ لوگ دھرتی کی محبت میں دھوکہ کھاتے رہتے ہیں ۔سب کو علم ہے وہ اپنی اولاد کو واپس نہیں لے جا سکتے ۔ان کے بچوں کا امریکہ میں حاصل کیا گیا جدید علم اور نئی ٹیکنالوجی اپنے ملک کے کام کبھی نہیں آئے گی۔ یہ سب یہیں دل جلاتے رہیں گے۔"۱

درج بالا سطور میں جن مجبوریوں خواہشات اور تذبذب کا ذکر کیا گیا ہے وہ بہت اہم ہیں اور ان تارکین وطن کے یہاں جہاں معاشرتی ،تہذیبی یا مذہبی مسائل جنم لیتے ہیں وہیں کئی نفسیاتی مسائل بھی اجاگر ہوتے ہیں ۔عام طور پرکسی علاقے یا ملک کے لوگ سماجی،سیاسی،تہذیبی،لسانی ،معاشی اور مذہبی مسائل سے دوچار ہوں یا ملک میں خانہ جنگی ہو رہی ہو،لوگ عدم تحفظ کا شکار ہوں،معیشت تباہ ہو گئی ہو،جان و مال،عزت و آبرو کو خطرے میں ڈال کر اپنا علاقہ چھوڑ دینا،تلاش معاش کے لیےذاتی مسائل جیسے گھریلو حالات سے تنگ آکرمذہب کی اشاعت اور ترویج کے لیے یا پھر اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کی کوشش میں اور اعلی تعلیم کے حصول کی خواہش میں بھی لوگ ترک سکونت اختیار کرتے ہیں۔یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ترک سکونت ایک بنیادی عمل ہے جو انسان اپنی زندگی کی خواہشات خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی کیوں نہ ہو انہیں پورا کرنے کے لیے اختیار کرتے ہیں۔

پاکستان کا شمار دنیا کے ان ترقی پذیر مگر پسماندہ ممالک میں ہوتا ہے جہاں آج تک سیاسی ا ورمعاشی سطح پر استحکام نہیں ہوا اور ملک کی بیشتر آبادی غربت کی چکی میں پس کر غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں آج بھی لوگوں کو بہتر علمی یا طبی سہولیات میسر نہیں ہیں یعنی پاکستانی معاشرہ شدید طبقاتی کشمکش کا شکار ہے جس میں ایک طرف سرمایہ دار اور مزدور طبقہ کا تعلق بحث طلب ہے وہیں دوسری طرف جاگیردارانہ سماج ، جس نے ظلم و ناانصافی کو جنم دے رکھا ہے اور شاید یہی وہ وجہ ہے کہ کثیر تعداد میں لوگ اپنے کنبے کی خوش حالی ،معاشی آسودگی اور اس جیسی دوسری وجوہات اور اپنے کنبے کی بہترین معاشی کفالت کی غرض سے دیگر ممالک کے لیے رخت سفر باندھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کسب معاش کی تلاش میں دیگر ممالک کا رخ کرنے والوں کی بڑی تعداد خلیجی ممالک ،سعودی عرب یا دیگر ریاستوں کا رخ کرتی ہے۔اگرچہ بے شمار لوگ امریکہ، یورپ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں بھی جا رہے ہیں ۔وہ لوگ وہاں جن مسائل سے دوچار ہوتے ہیں وہ بے شمار ہیں ،لیکن ان کی قدر مشترک یہ ہے کہ وہ وطن واپسی کی خواہش تو رکھتے ہیں لیکن عملی طور پر ویسا کرنے سے قاصر ہیں، کیونکہ وہ وقت اور حالات کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں اور وہاں کیے جانے والے نسلی امتیازی سلوک اور دوسرے درجے کے شہری کی حیثیت کے باوجود انہیں ترک کرنےپر آمادہ نہیں ہیں۔یوں اگر ترک سکونت کے دو بڑے اور بنیادی اسباب کا تعین کیا جائے تو ایک معاشی آسودگی اور دوسرا ذہنی آزادی قرار دیے جا سکتے ہیں ۔

دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک کا رخ کرنے والوں میں بیشتر تارکین وطن کا تعلق پاکستان کی مڈل کلاس سے ہے جو ،محنت مزدوری کی غرض سے وہاں گئے اور صرف اپنے خاندان کی معاشی کفالت کے قابل ہوئے اور کچھ جائیدادوں کے مالک بھی ہیں ۔یوں ان لوگوں کے رشتہ دار اور اہل خانہ اپنی معاشی اور ذہنی آسودگی کے سبب بھی ان احباب کی وطن سے دوری کو نہ صرف قبول کر لیتے ہیں بلکہ بسا اوقات تو ان کی حیثیت محض ایک پیسہ کمانے والی مشین کی سی ہوتی ہے ۔یوں ان لوگوں کا دوسرے ممالک میں رہنا جہاں معاشی سکون فراہم کرتا ہے، وہیں انہیں دیگر سماجی مسائل سے بھی دوچار کرتا ہے، جن میں سرفہرست اولاد کی بے راہ روی اور برس ہا برس انتظار کرنے والی بیویوں کی جذباتی زندگی کی تسکین وغیرہ وہ بنیادی مسائل ہیں جن کا براہ راست تعلق انسانی نفسیات سے ہے ۔اگر چہ اس طرف توجہ نہیں دی جاتی لیکن ایک ادیب یا مصنف کی اس پر گہری نظر ہوتی ہے۔

نقل مکانی کے بعض تجربات عارضی تھے تو بعض مستقل ۔پاکستان کے اندر نقل مکانی کی یہ صورتحال مختلف تحریکات،سماجی و معاشی مسائل اور ریاستی خلفشار کے نتیجے میں جنم لیتی ہے ۔جن میں اس کا شکار بننے والے وہ لاکھوں افراد ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی پر مجبور ہوتے ہیں ۔نقل مکانی ہجرت یا ترک سکونت کے مباحث نے ہر شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا اور اندرون اور بیرون ملک ادیبوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ۔پاکستانی ادبانے بھی اس موضوع پر قلم فرسائی کی ۔افسانہ اور ناول نے اس موضوع کو اپنے اندر سمیٹا اور ان

احوال کو مجسم شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ اردو ناول اپنی وسعت اور معنی خیزی کی بدولت اس فہرست میں اول اول ہے۔ پاکستان کے پیشتر ناول نگاروں نے اس موضوع کو اپنایا اور مہاجرین کے مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے بہت کچھ لکھا اور قاری تک پہنچایا۔ چونکہ ادیب اپنے معاشرے کا عکاس ہوتا ہے۔ اس لیے وہ جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا یا محسوس کرتا ہے اسےالفاظ کا جامہ پہنا کر مجسم شکل میں پیش کرتا ہے ۔ان میں سرفرست نام حسن منظر کاہے جنہوں نے ترک سکونت کے اس تجربے کو خود محسوس کیا اور پھر اسے عام قاری تک پہنچایا۔

حسن منظر اکیسویں صدی کے ممتاز ناول نگار ہیں۔عہد حاضر میں حسن منظر کے ناول ترک سکونت کے حوالے سے اہمیت کے حامل ہیں۔انھوں نے ترک سکونت کے مباحث کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا ہے۔ دھنی بخش کے بیٹے حسن منظر کا معروف ناول ہے جو ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا ۔وسیع تر کینوس اور موضوعاتی تنوع کا حامل یہ ناول ترک سکونت کے ساتھ ساتھ جدید عہد کے مختلف مسائل سے آگاہی بھی فراہم کرتا ہے یہ ناول پسماندہ طبقوں کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ طبقاتی تضاد اور تہذیبی کشمکش کی بھی عکاسی کرتا ہے ۔دھنی بخش کے بیٹے ناول کے مرکزی موضوعات کو دیکھیں تو اس میں دو بنیادی دھارے ہیں ،ایک میں وادی سندھ کی دیہی معاشرت اور جاگیردار طبقے کی اجاہ داری کی کہانی ہے اور اس نظام کے زیر اثر پسے ہوئے طبقوں کی نمائندگی موجود ہے ۔دوسرے دھارے کو اگر دیکھیں تو اس میں ترک سکونت موجود ہے۔ ترک سکونت کے مسائل اور اثرات کے ساتھ ساتھ مغربی تہذیب کے دھارے بھی اس میں ابھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ تہذیبوں کا تضاد اور کشمکش کی واضح تصویر اس ناول میں دکھائی دیتی ہے ۔تہذیبی کشمکش سے پیدا ہونے والی صورتحال کے موضوع پر لکھا جانے والا غالبا یہ پہلا ناول ہے۔ دھنی بخش کے بیٹے ناول دراصل خواہش یا آرزو ،تلخی حیات سے فرار ،شکست خوردگی سے قبل کی کشمکش، ترک سکونت کے تلخ عمل اور آخر کار بے بس ہو کر شکست سے دوچار ہونے کی ایک داستان ہے۔

ناول کا مرکزی کردار ایک جاگیردار گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس ناول کی کہانی کی ساخت اور پلاٹ پر غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس ناول کو چار بنیادی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔پہلے حصے میں زیادہ تر کرداروں کا تعارف ہے۔ دوسرے حصے میں کرداروں کی دیگر تفصیلات کے ذریعے کہانی کو آگے بڑھایا گیا ہے ۔تیسرا حصہ ان کرداروں کے بیچ یا درمیان کشمکش کو نقطہ عروج پر لےجاتا ہے اور ناول کے آخری حصے میں کہانی ایک دردناک انجام سے دو چار ہوتی ہے۔

اس ناول میں وادی سندھ کے دیہی علاقے کو پوری تفصیل اور جزئیات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ۔علی بخش اس ناول کا مرکزی کردار ہے ۔حسن منظر کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان کے ناولوں کے کردار کی وضع قطع اور عادات و افکار کے لحاظ سے وہ اپنے سماج کے نمائندہ دکھائی دیتے ہیں ۔حسن منظر نے علی بخش کی ظاہری وضع قطع کو نہایت باریکی سے بیان کیا ہے اور ساتھ ہی اس کی عادات بھی۔

> "شباب کی پہلی منزل ہی پر وہ پکی عمر کا لگتا تھا۔انکھوں میں سرمہ، کڑھے ہوئے گلے اور کڑھی ہوئی آستینوں کا کرتا، گلے میں رنگین دھاگوں یا بڑے بڑے موتیوں کی مالا، جوتا بھی زری یا چاندی کے کام کا اور ٹوپی بھی اگر سر پر ہوئی تو زری یا چاندی کے کام کی، چاندی یا سونے کے ستارے ٹنکی۔ ورنہ تیل سے سر پر چپکائے ہوئے ہاتھ ،ہاتھ پر لمبے بال۔"۲

علی بخش کا کردار ایک توانا کردار ہے ۔دیہی علاقے کے روایتی جاگیردارطبقے کی تمام خباثتیں اور بد عادات اس کردار میں دکھائی دیتی ہیں۔ یوں یہ کردار استحصالی جاگیردار طبقے کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

> "شراب اپنی ایک سو ایک شکلوں میں وہ پیٹ بھر کر پی چکا تھا،ان میں کوہلی وسکی بھی تھی یعنی ٹھرا جو سڑے ہوئے پھلوں سے گاؤں میں بنتی ہے اور نشئی غریبوں کی غم گسار ہوتی ہے،ٹنکچر جو کپی یا بمباٹ کے نام سے بکتا ہے، اسکوچ، بھنگ، چرس ،افیون، ہیروئن اور مختلف گولیاں ہر چیز اس کی ساتھی تھی۔"۳

احمد بخش اس ناول کا وہ مرکزی کردار ہے جو ترک سکونت اختیار کرتا ہے ۔احمد بخش ترک سکونت کے تجربے سے گزر کر دیہات سے شہر اور شہر سے بیرون ملک سکونت اختیار کرتا ہےـیہ کردار تعلیم یافتہ اور حساس دل

کا مالک ہے۔ دھنی بخش کے بیٹے ناول اپنے موضوعاتی تنوع ،تہذیبی تضاد، ترک سکونت ترک سکونت کے محرکات، عام فہم اسلوب ،بہتر اور متوازن پلاٹ ،دیہی زندگی کی عمدہ اور مفصل عکاسی، سماجی جبر کا شکار طبقوں کی نمائندگی اور حقیقت سے قریب تر کرداروں کی تشکیل کی لحاظ سے ایک عمدہ ناول ہے۔ اس ناول میں سماجی حقیقت نگاری کے علاوہ دیہی معاشرت کے سبھی رنگ بھی موجود ہیں ۔دیہی تہذیب سے جڑے میلے ٹھیلے ،شادی بیاہ ،بیلوں کی دوڑ، کتوں کی لڑائی ، جنگلی سور کا شکار،جاگیرداروں کی عیاشی ،جنسی بدمعاشی، غریبوں کے ساتھ ناانصافی اور استحصال زدہ طبقوں کی مشکلات سے بھرپور زندگی کی عکاسی ہے۔

اس ناول میں دیہی معاشرے میں موجود جبرو استحصال ،ناانصافی ،خواتین پر ہونے والے مظالم ،بے جوڑ اور وٹے سٹے کی شادیاں ،اعلی طبقے یا جاگیردار طبقے کے بے پناہ اختیار، غربت و افلاس اور لوگوں کی محرومیوں کا تذکرہ ملتا ہے ،تو دوسری طرف مغربی تہذیب کی بھرپور عکاسی بھی ہے ،جس میں جنسی بے راہ روی ،مظالم ،فروغ پاتا ہوا گن کلچر ،نسلی امتیاز ،بے حسی اور احساس بیگانگی کو بھی عمدگی سے جگہ دی گئی ہے۔

اردو ناول کو دیکھا جائے تو کئی ناول نگاروں نے ترک سکونت کے مباحث ،مسائل و اثرات ،نفسیاتی پیچیدگیوں اور اس کے دوران پیش آنے والے مسائل کو سمجھا ،پرکھا اور لکھا ،ان میں ایک نام حسن منظر کا ہے ۔حسن منظر اکیسویں صدی میں ناول نگاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے ناولوں میں معاشرتی ناہمواریاں ،احساس کمتری کا شکار لوگ ،منافقت پر مبنی سماج کی عکاسی، سیاسی جبر و استحصال، پاکستانی سماج میں کرپشن ،خون ریزی، کرب ،نسلی تعصب جیسے موضوعات نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ حسن منظر کے ناولوں میں تارکین وطن کے جن مسائل کو موضوع بنایا ہے اس میں شناخت کا بحران ،اپنی زمین سے دوری کا احساس ،ماضی پرستی ،تنہائی ،مایوسی ،خوف ،کرب،اجنبی لب و لہجے اور ذہنی انتشار جیسے مسائل شامل ہیں۔ اس ناول میں حسن منظر نے ترک سکونت کو موضوع بناتے ہوئے بڑی مہارت سے اس حقیقت کو پیش کیا ہے کہ انسان اپنی زمین ،اپنے وطن اور اپنے قبیلے سے جب دور جاتا ہے تو وقتی طور پر تو وہ رنگینیوں اور نئی جگہ کی رعنائیوں میں کھو جاتا ہے ،لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس ناول کے مرکزی کردار ترک سکونت کے تجربے سے گزرتے ہیں تو ایک طرف تو و ہ اپنی آبائی زمین سے کٹ جاتے ہیں تو دوسری طرف نئی دنیا ، نئے خطے میں آباد ہونے کے بعد وہاں کے سماج اور ثقافتی مزاج سے ہم آہنگ ہونے کے لیے ان کو کافی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔

حسن منظر نے دھنی بخش کے بیٹے میں ترک سکونت کو موضوع بناتے ہوئے اسے تہذیبی و ثقافتی تناظر میں سامنے لاتے ہیں ۔سیاسی،سماجی ،معاشی اور ثقافتی وجوہات کی بنا پر ایک شہر سے دوسرے شہر،دیہات سے شہر،ایک ملک یا براعظم سے دوسرے ملک یا براعظم   میں ترک سکونت کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔انسائیکلوپیڈیا پاکستان نے بیسویں صدی کو نقل مکانی کی صدی قرار دیا ہے۔

بیسویں صدی ترک سکونت کی صدی ہے اس صدی کے دوران میں ایک براعظم سے دوسرے براعظم ،ایک ملک سے دوسرے ملک،ایک شہر سے دوسرے شہر میں لوگوں کی منتقلی اور عارضی سکونت روز مرہ کا معمول بن چکی ہے۔

جب لوگ اپنی سرزمین، اپنے گاؤں ،اپنے علاقے یا خطے کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ ،شہر ،خطے ،علاقے یا ملک میں جا کر آباد ہوتا ہے، تو اسے وہاں کے سماج اور ثقافت سے واسطہ پڑتا ہے، یوں اسے کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے مثلا ایک طرف تو وہ اپنے سماج سے کٹا ہوا ہوتا ہے تو دوسری طرف نیا سماج اسے قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا ۔اس صورتحال میں ان لوگوں یا تارکین کی حیثیت کا تعین کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے ۔اس صورتحال سے پھر تہذیبی ،سماجی اور ثقافتی کشمکش جنم لیتی ہے ۔اپنےدیہاتوں یا اپنی سرزمین اور اپنے لوگوں کے درمیان جو زندگی کے پل بیتے تھے اور جو ،عرصہ حیات گزرا تھا اس کے اثرات اور تصور ذہن سے محو نہیں ہوتا ،کیونکہ ان اثرات کے پیچھے انسان کا پورا ماضی ہوتا ہے۔ نئے شہر،نئے خطے ،نئی سرزمین میں جہاں انسان جا کر آباد ہوتا ہے ،وہاں کے سماج اور ثقافتی مظاہر سے ہم آہنگ ہونا بھی ضروری ہے۔ اس طرح سماجی اور تہذیبی کشمکش جنم لیتی ہے۔

حسن منظر نے اس ناول میں ترک سکونت کو موضوع بناتے ہوئے بے جا جزئیات کو سامنے لانے کے بجائے اس فکری اور تہذیبی منظر نامے کو تلاشنے کی سہی کی ہے جو ،ترک سکونت کرنے والوں کا مقدر بنتا ہے۔ یہی وجہ

ہے کہ حسن منظر نے ترک سکونت کو موضوع بناتے ہوئے مغرب کے لینڈسکیپ میں جزئیات اور تفصیلات کے بجائے بیانیہ میں فکری اورتہذیبی مباحث پر زیادہ توجہ دی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناول لکھنے سے قبل ان کے ذہن میں مشرقی لوگوں کے بیرون ملک ترک سکونت کے حوالے سے اور مغرب کے حوالے سے پورا تہذیبی اور فکری منظر نامہ موجود تھا ،جس کو وہ کہانی کے ذریعے سامنے لاتے ہیں یہ ایک ایسا منظر نامہ ہے جسے نہ صرف آج کا قاری سمجھ سکتا ہے بلکہ وہ اس منظر نامے کے تارکین وطن پر پڑنے والے اثرات اور ان کے مسائل سے بھی آگاہی حاصل کرتا ہے۔ مبین مرزا حسن منظر کی ناول نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "حسن منظر نے اپنے ناولوں میں انسانی حالات و حقائق کے جس تناظر کو خصوصیت سے پیش نظر رکھا ہے وہ مقامی کم اور بین الاقوامی زیادہ ہے۔ اس کا ایک سبب یقینا ان کی تعلیم اور ملازمت کی مسافتیں بھی ہیں ۔اپنے شعبے کی اعلی اسناد انہوں نے ایڈ مبرااور رائل کالج سے حاصل کیں۔ملازمت کے سلسلے میں انگلستان ،ملایا، نائجیریا اور سعودی عرب میں مقیم رہے۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے سیر و سیاحت کی۔ یہ سب مشاہدات و تجربات ان کے تخلیقی عمل کا حصہ بنے ہیں ۔ان کے ناولوں میں ایک وسیع جغرافیہ اور مختلف تہذیبی و سماجی مظاہر نےجگہ پائی ہے۔" ۴ اس ناول میں ترک سکونت کا موضوع عام معاشی مسائل اور سماجی امور کے ساتھ ساتھ فکری اور تہذیبی منظر نامے کی بنیاد پر بھی دکھائی دیتا ہے۔

ترک سکونت کے محرکات یا اسباب کو دیکھا جائے تو عام طور پر ترک سکونت کا سبب معاشی خوشحالی اور سماج میں دوسروں کے مقابلے میں اپنی حیثیت کو برتر بنانا ہوتا ہے ۔اس مقصد کے لیے لوگ اپنے دیہات یا اپنی آبائی سرزمین کو چھوڑنے پر مجبور ہوتے ہیں ،لیکن حسن منظر نے اس ناول میں ترک سکونت کو موضوع بناتے ہوئے ان منفرد اسباب کو سامنے لانے کی ایک کوشش کی ہے جو ،ترک سکونت کے عام اسباب سے الگ ہے۔ حسن منظر نے اس ناول میں بڑی مہارت سے ترک سکونت کے اس عام تصور کو توڑنے کی کوشش کی ہے اور اس ناول میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ معاشی مسائل کے علاوہ بھی کئی ایسے مسائل اور امور ہوتے ہیں جو انسان کو ترک سکونت پر آمادہ کرتے ہیں۔

دھنی بخش کے بیٹے میں ترک سکونت کرنے والا ایک اہم کردار احمد بخش ہے ۔احمد بخش اپنے بھائی علی بخش کے ساتھ گاؤں میں رہائش پذیر ہے۔ اسے گاؤں میں کسی قسم کا کوئی معاشی مسئلہ درپیش نہیں۔ اس کردار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد بخش معاشی آسودگی یا مذہبی و اخلاقی قدروں سے چھٹکارا پانے کے لیے ترک سکونت نہیں کرتا بلکہ وہ خود کو درپیش صورتحال سے فرار حاصل کرنے کے لیے ترک سکونت اختیار کرتا ہے یہ صورتحال اس وقت درپیش ہوتی ہے جب ترک سکونت کرنے والا شخص مالی طور پر آسودہ ہونے کے باوجود ذہنی اور فکری طور پر اپنی موجودہ صورتحال سے ہم آہنگ نہیں ہو پاتا۔ ایسی سوچ کے پیدا ہونے کے کئی اسباب ہیں اور سب سے بڑا سبب وہ غلط فہمی ہے جو ،سنی سنائی باتوں کے ذریعے سماج میں پھیلتی چلی جاتی ہے کہ ترک سکونت کے ذریعے معاشی طور پر لوگ زیادہ آسودہ حال ہو جاتے ہیں خاص طور پر بیرون ممالک جا کر ۔اسی طرح دوسری غلط فہمی کہ بیرون ملک حقیقی آزادی ہے اور وہ آزادی انسان کو مختلف قدروں سے آزاد کر دیتی ہے۔ جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے ۔معاشی طور پر آسودہ ہونے کے لیے بیرون ممالک لوگوں کو وہ کام بھی کرنے پڑتے ہیں جو اپنے ملک یا اپنی سرزمین یا اپنے علاقے کے لوگوں کے سامنے کرنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے اور جہاں تک بات ہے حقیقی آزادی کی ،وہ آزادی سے زیادہ تہذیبی اور اخلاقی اقدار کی پامالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب احمد بخش جیسا آسودہ حال شخص اپنے سماج سے ترک سکونت کر کے مغرب میں بسیراکرتا ہے تو اسے حقیقت سے آشنائی ہوتی ہے۔ وہ حقیقت جان جاتا ہے کہ یہ سب دھوکا ہے۔ دیار غیر میں وہ اپنی شنا خت کھو بیٹھتا ہے۔ نیا سماج اس کی حیثیت کے مطابق اسے سماجی مرتبہ دینے پر آمادہ نہیں ہوتا اور اسے دیار غیر میں شناختی بحران کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس صورتحال میں احمد بخش تہذیبی اور فکری کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے۔ حسن منظر نے اس کشمکش کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ احمد بخش جو اپنے سماج سے ترک سکونت اختیار کر کے دوسرے ملک میں سکون کی تلاش میں جاتا ہے، وہاں پر اسے اپنے علاقے اپنے گاؤں کی ہر وہ چیز اچھی لگتی ہے جس کو کبھی وہ ناپسند کرتا تھا ۔دیار غیر میں چیزوں کے مقابلے کے لیے و ہ بار بار "ہمارے یہاں "کے الفاظ استعمال کرتا ہے ۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ جس سماج سے آیا تھا ،وہ تہذیبی اور فکری حوالے سے اہمیت کا حامل سماج ہے۔

ترک سکونت سے گزرنے کے بعد لوگ دیار غیر میں تہذیبی اور ثقافتی تنہائی کا شکار ہوتے ہیں تو ان کے لیے اپنا آبائی تہذیبی منظر نامہ ہی ان کی ڈھارس بننے کو موجود ہوتا ہے ۔احمد بخش بھی اسی تہذیبی تنہائی اور فکری خلفشار کا شکار ہو کر" ہمارے یہاں "کہہ کر اپنے آبائی منظر نامے میں پناہ لیتا ہے ۔

> "امریکا آنے کے بعد شروع کے دنوں میں اسے اپنے چھوڑے ہوئے ملک کی ہر چیز کی یاد تنگ کرتی۔گلی کوچے تک جن میں کیچڑ تیرا کرتی تھی اورخوانچے والے جن کی کھلی ہوئی چیزوں پر گرد اور مکھیاں بیٹھی رہتی تھیں اور جن سے وہ کبھی خرید کر نہیں کھاتا تھا۔تعجب ہے اب اسے نہ ان چیزوں سے نفرت محسوس ہوتی تھی نہ گھن۔امریکا کا کوئی اخبار ہاتھ میں لینے کو اس کا جی نہیں چاہتا تھا۔اپنے یہاں کے اخباروں کے سیاسی مضامین کو پڑھنے کو اس کا جی ترستا تھا۔"۵

دھنی بخش ناول میں ترک سکونت کے موضوع کے حوالے سے ایک اور اہم عنصر نئی نسل کی تربیت اور پرورش کے حوالے سے سامنے آتا ہے۔ احمد بخش امریکہ جا کر شادی کا ارادہ کرتا ہے تو اولاد کی تربیت کے حوالے سے تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ وہی سماج ہے جس کی چاہ میں وہ اپنا گاؤں چھوڑ کر دیار غیر میں آباد ہوا تھا۔لیکن اب وہی سماج اسے اولاد کے لیے گوارا نہیں۔

ناول دھنی بخش کے بیٹے میں احمد بخش جب ترک سکونت کر کے امریکہ جا بستا ہے تو نئی سر زمین اور نئے ماحول میں وہ خود کو تنہا اور اجنبی محسوس کرتا ہے۔اکیلے پن کا احساس احمد بخش پر اس قدر حاوی ہو جاتا ہے کہ وہ شدید گھٹن کا شکار دکھائی دیتا ہے۔جلد ہی اسے اپنی سرزمین سے سے دوری کا احساس ستاتا ہے۔وہ اپنے دل میں یہ بھی خواہش رکھتا ہے ترک سکونت کرنے والے دیگر لوگوں کو بھی واپس اپنے آبائی گھروں کو چلے جانا چاہیے ۔ناول میں احمد بخش اپنے وطن واپس جانے کی خواہش کا اظہار یوں کرتا ہے :

> "اس کی بس ایک ہی خواہش تھی کہ اس ملک کا ہر باشندہ جس سے وہ ملتا ہے۔اس کی اس بات سے متفق ہو کہ یہ بھی کوئی رہنے کی جگہ ہے۔اور اگر کوئی کہتا وہ یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہتی تھی۔ایسا لگتا تھا وہ ان لوگوں کے لیے ووٹ جمع کر رہا ہے جو یہاں رہنے پر تیار نہیں ہیں۔"٦

تارک وطن عام طور پر تہذیبی حوالے سے دو تہذیبوں کے سنگم پر کھڑا ہوتا ہے۔اس کے سامنے دونوں تہذیبوں کے منفی اور مثبت پہلو ہوتے ہیں۔بعض اوقات یہ مثبت اور منفی پہلو تارکین کو کشمکش کا شکار کرتے ہیں۔اپنے وطن میں رہتے ہوئے اپنے وطن کے سماجی رویوں اور تہذیبی اقدار کا وہ شاہد ہوتا ہے۔اس کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ وہ سماجی سطح پر پائی جانے والی منفی اقدار سے بھی آگاہی رکھتاہے،لیکن جب دیار غیر میں اپنی منفی اقدار کے مقابلے میں وہاں کی کوئی مثبت سماجی اور تہذیبی قدار اس کے سامنے آتی ہیں تو کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے کہ آیا وہ اپنی تہذیب کو تمام تر مثبت اور منفی پہلوؤں کے ساتھ اپنائے رکھے یا دیار غیر کےمثبت پہلوؤں کو اپنائے اور انھیں اہمیت دے۔روبینہ سلطان لکھتی ہیں:

> "دھنی بخش کے بیٹے کی آئیڈیالوجی میں دو تہذیبوں کا تصادم اور اس میں پائی جانے والی برائیوں اور کمزرویوں کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔"۷

ایسی ہی کشمکش دھنی بخش کے بیٹے ناول میں خدا بخش کے ذریعے سامنے آتی ہے۔وہ امریکہ کی تہذیب کے مثبت پہلوؤں کی طرف رغبت اور اپنی تہذیب کے منفی پہلو کی وجہ سے اس سے دوری کو اختیار نہیں کرتا لیکن اس کشمکش کا شکار ضرور ہو جاتا ہے کہ کون سی تہذیبی اقدار اپنائے۔اس کو اپنی اقدار کے منفی پہلو تکلیف دیتے ہیں تو وہ ان کا مقابلہ بیرون ملک کی اقدار سے یوں کرتا ہے:

> "یہاں کے لوگ بڑے ہونے پر خود اپنی شناخت بدل لیتے ہیں۔بڑی آسانی سے حاکم سے محکوم بن جاتے ہیں۔ساتھی نہیں رہتے خواہ اس کی توقع ان سے کی جائے یا نہیں۔کم حیثیت پر یہ لوگ جب ملتے ہیں،ایسے ملتے ہیں جیسے غلام ہوں اور باحیثیت پرانے ساتھی خود سے اپنابیاج سمجھنے لگتے ہیں جسے ادا کرنا ان کے نزدیک کم حیثیتوں پر فرض ہوتا ہے۔۔۔۔امریکہ اور یورپ میں برابری رہتی ہے۔خواہ ایک دوست ایکٹر بن جائے دوسرا صدر۔"٨

یہ وہ اذیت ہے جو ترک سکونت کرنے والوں کو برداشت کرنا پڑتی ہے۔

مجموعی طور پر حسن منظر کے ناول *دھنی بخش کے بیٹے* میں ترکِ سکونت کو ایک گہرے سماجی اور تہذیبی مسئلے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ناول میں دکھایا گیا ہے کہ سرزمین چھوڑنے کا عمل خواہ اختیاری ہو یا مجبوری میں کیا گیا ہو،فرد کی شناخت، خاندانی رشتوں اور سماجی ڈھانچوں کو کس طرح کمزور کر دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں شدید ذہنی، جذباتی اور وجودی انتشار جنم لیتا ہے۔ یوں *دھنی بخش کے بیٹے* نہ صرف بے گھر اور بے جڑ افراد کے تجربات کو حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کرتا ہے بلکہ ان سماجی و سیاسی قوتوں پر بھی تنقیدی روشنی ڈالتا ہے جو مسلسل جبر اور بے وطنی کو جنم دیتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ رؤف کلاسرہ،آخر کیوں(کالم)مشمولہ روزنامہ دنیا، ۱۳ اگست ۲۰۱۳ء، لاہور،ص ۳۔
۲۔ حسن منظر، دھنی بخش کے بیٹے (کراچی: شہر زاد ۲۰۰۸ء)ص ۳۷۔
۳۔ ایضا،ص ٦۹۔
۴۔ مبین مرزا ،اکیسویں صدی کے دو عشروں میں اردو ناول پر اجمالی نظر،مشمولہ ادبیات ،ناول صدی نمبر ،شمارہ ۱۲۳،۱۲۴،جون تا جنوری ۲۰۲۰ء،ص۵۹۔
۵۔ دھنی بخش کے بیٹے،ص ۲۹۵۔
٦۔ ایضا،ص۲۹۷
۷۔ روبینہ سلطان،تین ناول نگار(لاہور:دستاویز مطبوعات،۲۰۱۲ء)،ص۱۰۳۔
۸۔ : دھنی بخش کے بیٹے،ص ۳۵۔